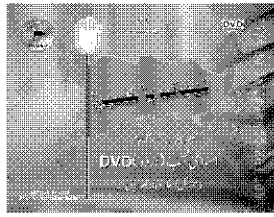


یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

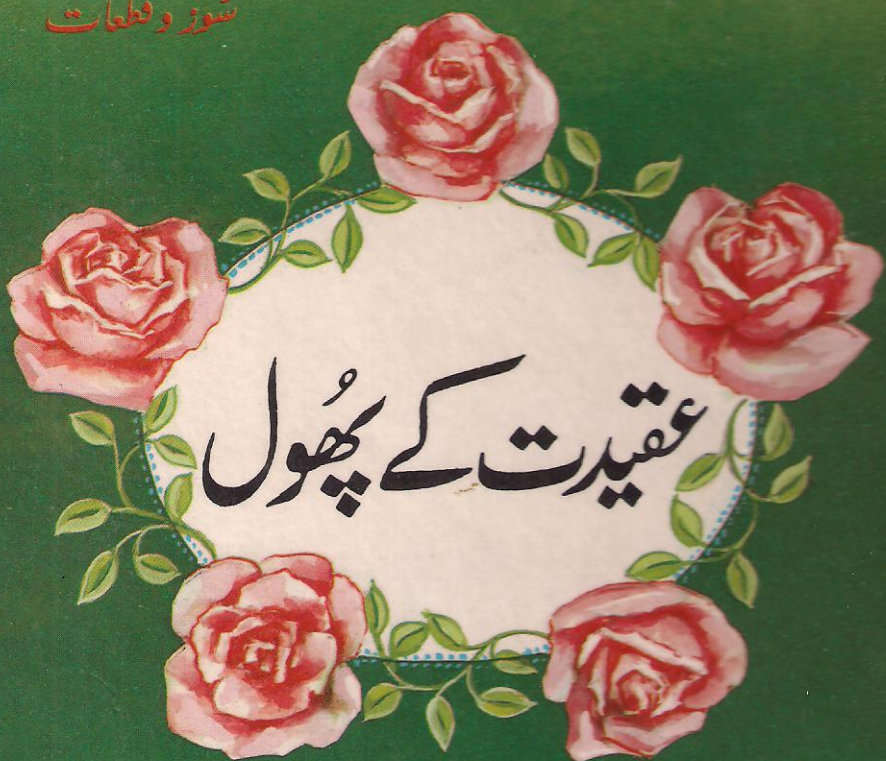
sabeelesakina@gmail.com

Presented by www.ziaraat.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

سلام و نوحہ جات
شور و قطعات



احمد علی اسیر

تسلیم کی خدمت میں ہمیری پیشکش
شیخ شوکت علی ایڈیٹر
کراچی

عقیدت کے پھول

سلام و نوحہ جات

سُوز و قطعات

احمد علی اسیر

تعلیم کی خدمت میں تیسری پشت

شیخ شوکت علی اینڈ سنز

تعلیمی ناشران و تاجران کتب

اردو بازار ایکسٹینشن، ایم۔ اے۔ جناح روڈ، کراچی : 0120

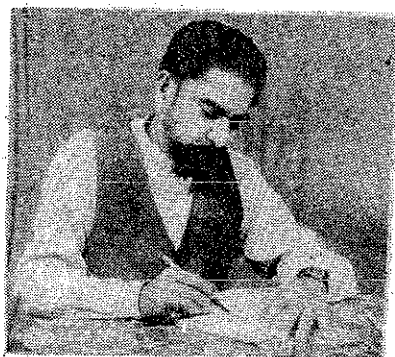
فون : 77 75 73 7 - 21 77 67

جملہ حقوق اشاعت و طباعت دائمی بحق ناشر محفوظ ہیں۔

ایڈیشن ۱۹۹۱ء

مطبوعہ:
سندھ آفیسٹ پرنٹرز کراچی۔

بہر نذر رسول و آل رسول
 ہم بڑی آرزو سے آئے، میں
 رشتہ اشک میں پڑو کے اسیر
 کچھ عقیدت کے پھول لائے ہیں۔



احمد علی اسیر

Ph No 440 6673.

B 32-99/616

جعفر طیار، سوسائٹی حلیر، کراچی۔

کربلا

کربلا شعلوں کو شبنم سے بجھا دینے کا نام
خون کی گرمی سے لوہے کو گلا دینے کا نام
کربلا حق کیلئے سب کچھ لٹا دینے کا نام
مرضی خالق کے آگے سر جھکا دینے کا نام

کربلا طوفان کا منہ موڑنے کا نام ہے
کربلا شیشے سے پتھر توڑنے کا نام ہے

ترتیب

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۴	کربلا	۱
۷	انتساب	۲
۹	حرفے چند	۳
۱۰	امام حسین علیہ السلام	۴
۱۱	خاکِ شفا کے پھول	۵
۱۴	عظمت انسان	۶
۱۶	خون کی تاثیر	۷
۱۹	شب چراغ	۸
۲۲	معراجِ بندگی	۹
۲۵	وفا پہ وفا	۱۰
۲۷	اسوۂ شبیرؐ	۱۱
۲۹	تلاش	۱۲
۳۰	عباسؑ ہمارا ہے۔	۱۳
۳۱	عظمتِ کردار	۱۴
۳۴	سلامِ عقیدت	۱۵
۳۵	خیرو شر	۱۶
۳۷	مشعلِ ہدایت	۱۷
۳۹	ادا ہے نبیؐ	۱۸
۴۰	ہمارے سلام	۱۹

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۲۲	امتحان ہے امتحاں پر	۲۰
۲۵	چراغ جلتے ہیں	۲۱
۲۷	شبیرؑ کی آواز	۲۲
۲۹	بنائے لا الہ حسینؑ	۲۳
۵۱	انسانیت کے شاہکار	۲۴
۵۶	یہ آخری اذّاں ہے	۲۵
۶۰	عِلمِ کرب و بلا نہ پوچھ	۲۶
۶۴	بے گھر بنا کے ٹوٹا	۲۷
۶۷	آؤ اصغرؑ رات ہوئی اب	۲۸
۷۱	اٹھو سلام کرو	۲۹
۷۷	اسلام نہ بھولے گا	۳۰
۸۲	مدینے کی وادیاں	۳۱
۸۸	بانو جانے والی ہے	۳۲
۹۱	عزاداری	۳۳
۹۲	بولو زباں سے بولو	۳۴
۹۶	اللہ اکبر اللہ اکبر	۳۵
۱۰۰	داخلہ درمدینہ	۳۶
۱۰۳	آواز حسین علیہ السلام	۳۷
۱۰۵	سوز	۳۸
۱۰۷	قطعات	۳۹

انتساب

کربلا کے تاریخ ساز دین ساز اور کردار ساز
شہ پاروں کے نام

زاوۃ نگاہ کی کشادگی کے لیے

ڈاکٹر سید اقتدا حسین رضوی صاحب
اور ڈاکٹر سید اصغر علی جعفری صاحب
کام ہوئے بنتے ہوئے۔

قارئین کرام ملے ملتمس ہوں کہ ان محترم و مقتدر ہستیوں کو
دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

احمد علی اسیر

1. The first part of the document is a title page. It contains the title "The Role of the State in the Development of the Economy" and the author's name "John Doe".

2. The second part of the document is an abstract. It summarizes the main points of the paper, including the role of the state in the development of the economy and the impact of government intervention on economic growth.

3. The third part of the document is the introduction. It discusses the importance of the state in the development of the economy and the role of government intervention in economic growth.

4. The fourth part of the document is the main body of the paper. It is divided into several sections, each discussing a different aspect of the role of the state in the development of the economy. The sections are: "The Role of the State in the Development of the Economy", "The Impact of Government Intervention on Economic Growth", "The Role of the State in the Development of the Economy", "The Impact of Government Intervention on Economic Growth", "The Role of the State in the Development of the Economy", and "The Impact of Government Intervention on Economic Growth".

5. The fifth part of the document is the conclusion. It summarizes the main points of the paper and discusses the implications of the findings for the development of the economy.

6. The sixth part of the document is the bibliography. It lists the sources used in the paper, including books, articles, and websites.

7. The seventh part of the document is the appendix. It contains additional information related to the paper, including tables, figures, and charts.

8. The eighth part of the document is the index. It provides a list of the topics covered in the paper and the pages where they can be found.

9. The ninth part of the document is the back cover. It contains the title "The Role of the State in the Development of the Economy" and the author's name "John Doe".

حرفے چند

زندہ جاوید تاریخی حقیقتوں کو نئے زاویہ نظر سے دیکھنا اور پرانی قدروں کو نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھنا عہدِ حاضر کی بنیادی خصوصیت ہے۔ اب جبکہ نظریات بدل گئے ہیں اقدارِ حیات کی بنیادیں بدل گئی ہیں، حسن و خوبی کو جانچنے کے معیار تبدیل ہو گئے ہیں تو واقعاتِ کربلا کے تعمیری پہلوؤں کو نئے منظریات اور نئے اقدارِ حیات کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

میں نے بھی کوشش کی ہے کہ وسعتِ کربلا میں انسانی کردار کی بلندیوں کا جائزہ لیا جائے اور انسانی عظمت کے ان تاریخ ساز، دین ساز اور کردار ساز شہ پاروں کو نئے انداز سے پیش کرنے کی سعادت میں حصہ لیا جائے تو کیا عجب کہ اس ناچیز کی یہ حقیر کوشش باگاہِ حسینی میں شرفِ قبولیت پائے اور اللہ جل جلالہ کی رضا شامل حال ہو کر علوئے مرتبت اور نجاتِ اخروی کا سبب بن جائے۔

خاکِ پائے صاحبانِ ایہِ تطہیر

احمد علی اسیر

امام حسین علیہ السلام

ترے سجدہ پر کمال بندگی کو ناز ہے

ترے اصول پر تاریخ زندگی کو ناز ہے

ترے سجدہ کی قسم ترے اصول کی قسم

حسینؑ تیری عظمتوں پہ آدمی کو ناز ہے

خاکِ شفا کے پھول

گلزارِ ذکر و فکر سے تازہ منگا کے پھول
 ہر شر میں پروئے ہیں میں نے سجا کے پھول
 بکھرا دیے ہیں حُسنِ عقیدت نے لا کے پھول
 دُرِ نجف سے کم نہیں میری ولا کے پھول
 یوں تو نگاہِ حق میں ہیں ارض و سما کے پھول
 محبوب ہیں خدا کو مگر مصطفیٰ کے پھول
 اشکِ غمِ حسینؑ کو لوگو بنا کے پھول
 زہراؑ کو نذر کرنا ہے جنت میں جا کے پھول
 شبیرؑ نے لٹائے مرنے سے لا کے پھول
 راہِ خدا میں باغِ رسولؐ خدا کے پھول

انسان کو ملی ہے اسی خاک سے حیات
 ہر درد کا علاج ہیں خاکِ شفا کے پھول
 آتا ہے جب نجف میں تو لاتا ہے آفتاب
 کرنوں کا ہار نور کی کلیاں، ضیا کے پھول
 خوشبو و وفا کی پھیل گئی کائنات میں
 عباسؑ نے کھلائے ہیں ایسے وفا کے پھول
 گلزارِ فاطمہؑ میں ہمیشہ کھلا کیے
 دار و رس کی دھوپ میں صبر و رضا کے پھول
 ہر دور میں ستائے گئے آلِ مصطفیٰ
 ہر دور میں جلائے گئے فاطمہؑ کے پھول
 اے وادیِ فرات! تری بڑھیلیاں
 دامن میں تیرے سوکھ گئے مصطفیٰ کے پھول
 تقدیر ایک شب کی دامن سے یہ کہہ گئی
 سہرے کے پھول صبح کو ہوں گے غزا کے پھول

زینبؓ خدا کے واسطے دیکھو نہ اُس طرف
 پا مال ہو رہے ہیں اُدھر مصطفیٰ کے پھول
 زینبؓ مہینے لائی ہیں نذرِ رسولؐ کو
 اشکوں کے ہارِ غم کے شگوفے، عزا کے پھول
 مُشکل کُشا کا لال ہے مُشکل کُشا اسیہؓ
 عباسؓ کو پکارو غم پر چڑھا کے پھول

عظمتِ انساں

اسلام کے ہونٹوں پہ مسلسل یہ صدا ہے
 شبیر کی آواز ہی آوازِ خدا ہے
 احمد کے نواسے نے بڑا کام کیا ہے
 ہر مکتبہ فکر کو اک درس دیا ہے
 جس خاک پہ خوں آلِ محمد کا بہا ہے
 وہ خاک تو اب بھی ہے مگر خاکِ شفا ہے
 اے خالقِ فطرت! تو کدھر دیکھ رہا ہے
 اک باپ نے بیٹے کا لہو منہ پہ ملا ہے
 گرنے کی نہیں خاک پہ اب عظمتِ انساں
 جب ہاتھ پکڑنے کے لیے کرب و بلا ہے

انسان کو شاہوں کی اسیری سے چھڑانے
 زنجیر میں جکڑا ہوا بیمار چلا ہے
 حالات کی مجبوریاں اُس باپ سے پوچھو
 مرتے ہوئے بیٹے کے سرھانے جو کھڑا ہے
 اے بھولنے والے! مجھے دل سے نہ بھلانا
 صغیرانے بڑے پیار سے بھائی کو لکھا ہے
 گھبرا کے سکیٹنے نے پکارا تو نہیں ہے
 تھہرا کے ابھی لاشہ عباس اُٹھا ہے
 کوفہ! تری گلیوں میں کھلے سر نہیں زینب
 پردے کے لیے عصمت زہرا کی ردا ہے
 ہوتا ہے عطا صاحبِ دل کو غم سرور
 ہم کو بھی اسیر اس میں سے تھوڑا سا ملا ہے

خون کی تاثیر

دوستو! یہ حُبِ اہل بیت کی تاثیر ہے
 خون کے ہر قطرہ پہ نامِ علیؑ تحریر ہے
 یہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے خون کی تاثیر ہے
 آج بھی اسلام ہے قرآن ہے، تکبیر ہے
 کر بلا، خوابِ خلیل اللہ کی تعبیر ہے
 کر بلا، اے کلمہ طیب! تری تفسیر ہے
 کر بلا، ذوقِ علؑ، ذوقِ یقینؑ، ذوقِ رضا
 کر بلا، ایمان کی منہ بولتی تصویر ہے
 کر بلا، ہر دور میں مجبور کا ردِ عمل
 کر بلا، ہر عہد میں مظلوم کی شمشیر ہے

ظلم کی بنیاد رکھنا، شیوہ اہلِ یزید
 ظلم کی بنیاد ڈھانا، اُسوہِ شتیر ہے
 دیکھ لیں گے آفتابِ حشر تیری گرمیاں
 ہم کو سامنے کے لئے جب چادرِ تطہیر ہے
 بھونک دگی قصرِ شاہی، خطبہٴ زینب کی آنچ
 آگِ پانی میں لگا دے یہ تو وہ تقریر ہے
 دیکھنا عباسؑ کی ساحل پہ شوکت دیکھنا
 حیدرِ کرار کی منہ بولتی تصویر ہے
 ظلم کی تاریخ میں یہ بات بھی تحریر ہے
 ایک ننھے سے گلے میں حرملہ کا تیر ہے
 مامتا کی آنچ میں جل جائے گا ماں کا وجود
 ہر گھڑی نظروں کے آگے صورتِ بے شیر ہے
 اب کہاں لیلیٰ! ملے گی لحنِ اکبر کی مٹھاس
 یہ اذانِ آخری کی آخری تکبیر ہے

بس یہیں پر ختم ہے مجبوریٰ انساں کی حد
 قتل بھائی ہو رہا ہے سامنے ہمیشہ ہے
 پوچھیے سچا دے کیا واقعاتِ راہِ شام
 پاؤں کے تلوؤں پہ ساری داستاں تحریر ہے
 خاک پر گر کے اُسے خاکِ شفا کر دے اسیر
 یہ بھی آلِ مصطفیٰ کے خون کی تاثیر ہے

شب چراغ

غمِ حسینؑ میں آنسو بہائے جاتے ہیں

یہ شب چراغؑ، لہو سے جلائے جاتے ہیں

ادھر فضائلِ سرور سُنائے جاتے ہیں

یزیدِ وقتِ ادھر تلملے جاتے ہیں

حسینؑ نام ہے اللہ کی محبت کا

حسینؑ طرزِ محبت بتائے جاتے ہیں

ہمیں تو ہیں کہ لیا جب کسی نے نامِ حسینؑ

عقیدتوں کے خزانے لٹائے جاتے ہیں

ہزار رنگ سے ہر عہد میں اُبھرتی ہے

حسینیت کو وہ جتنا مٹائے جاتے ہیں

یہی ہے آلِ محمدؐ کی داستانِ حیات
ہر ایک دَور میں ناحق ستائے جاتے ہیں
جہاں پہ بات بنائے سے کچھ نہیں بنتی
وہاں پہ آلِ محمدؐ بلائے جاتے ہیں
یہیں تو شوق سے اُترا تھا کاروانِ حسینؑ
لِپِ فراتِ نشاں اب بھی پلے جاتے ہیں
کوئی حسینؑ سے انساں کی بے بسی پوچھے
ٹھہر ٹھہر کے جو لاشیں اُٹھائے جاتے ہیں
قدم قدم پہ سنبھالے ہیں لاشِ اکبرؑ کی
قدم قدم پہ مگر لڑکھڑائے جاتے ہیں
نہ تھا چھڑکنے کو پانیِ لحد پہ اصغرؑ کی
حسینؑ قبر پہ آنسو بہائے جاتے ہیں
نہ پوچھ شامِ غریباں کی سرگزشت نہ پوچھ
وہ بے بسی ہے کہ دل تملائے جاتے ہیں

یہ کون لوگ ہیں کوفہ! ذرا بخور تو دیکھ
 تری گلی میں جو در در پھرائے جاتے ہیں
 بہن عمل سے مطالب بتائے جاتی ہے
 حسینؑ نیزے پہ قرآن سُنائے جاتے ہیں
 اس سیر صدقے، سکینہ! یہی تھی ہے
 کہ بات بات پہ دُرّے لگائے جاتے ہیں

معراجِ بندگی

تاریکیوں کا خوف نہیں کائنات میں
چوہہ چراغ جلتے ہیں راہِ حیات میں
باقی رہے گی کوئی نہ تلخی حیات میں
آتا رہے جو نامِ علیؑ بات بات میں
دشواریاں جو آئیں تو نادِ علیؑ پر ٹھہرو
مشکل کشا کو یاد کرو مشکلات میں
معراجِ بندگی تھا وہ سجدہ حسین کا
اتنا کبھی مزہ نہ ملا تھا صلۂ میں
نظروں میں اپنی معرکہ کربلا رکھو
غرض نہ آئے گی کبھی پائے ثبات میں

تاریکیوں میں مانگ تو کرب و بلا سے نور
 اُترے گی چاندنی تری مایوس رات میں
 اس چاندنی کی ضربے ٹوٹیں گے بُتِ کدے
 اُترے گا ایک کعبہ ترے سو منات میں
 عصمت ملے گی دامنِ زینب کی چھاؤں میں
 ہمت ملے گی عون و محمدؑ کی ذات میں
 ذہنوں میں لاؤ شامِ غریباں کی بکسی
 مل جائے گا سکون مصیبت کی رات میں
 صدیاں گزر گئی ہیں مگر غیہِ حسینؑ
 باقی رہے گا حشرِ تلک کائنات میں
 روتی رہے گی پیاسِ شبنم بھی صبح و شام
 ٹوٹیں گے آسماں سے ستارے بھی رات میں
 روتا رہے گا پھوٹ کے دریا کا ہر حباب
 سرپٹتی رہی گی یہ موجیں فُرات میں

کیا کیسے کیسا دکھ تھا اُس کینہ کی بات میں
 زینبؓ نے دل کو تھام لیا اپنے ہاتھ میں
 لیلیٰ جلا کے بیٹھی رہیں، مامتا کی شمع
 اکبر کو دکھتی رہیں اٹھ اٹھ کے رات میں
 آنسو اُسے بھجائے سکے آج تک حسینؑ
 جو آگ لگ گئی تھی تری کائنات میں
 برحق ہے اجرِ ذوقِ عبادت مگر اسیر
 حبِ علیؑ کا ہاتھ ہے میری نجات میں

وفا پہ وفا

کس کا زباں نے نام لیا کچھ نہ پوچھیے
 دل لے رہا ہے ایک مزا کچھ نہ پوچھیے
 کافی ہیں مجھ کو شیر خدای کچھ نہ پوچھیے
 ہے عرش پر دماغ مرا کچھ نہ پوچھیے
 تدبیر سے بدلتی ہے تقدیر کس طرح
 حُر سے ہی تو راز کھلا کچھ نہ پوچھیے
 دُنیا میں صرف ایک ہی عباس کی تھی ذات
 کرتی رہی وفا پہ وفا کچھ نہ پوچھیے
 وہ سر جو بادشاہ کے آگے نہ جھک سکا
 سجدے میں جھک کے پھر نہ اٹھا کچھ نہ پوچھیے

کس کس طرح حسینؑ کے پیار ہوئے شہید
 دیکھا کئے حسینؑ جفا کچھ نہ پوچھیے
 اصغرؑ نے کس ادا سے کیا آخری سلام
 جب حرمِ مد کا تیر لگا کچھ نہ پوچھیے
 وہ طوقِ خاردار، وہ بیڑی، وہ ہتھکڑی
 بیمار کس طرح سے چلا کچھ نہ پوچھیے
 لَا رَیْبُ اک جہاد تھا، صُغرا کا انتظار
 شب کٹ گئی تو دن نہ کٹا کچھ نہ پوچھیے
 کرب و بلا سے شام کے درواز تک اسیر
 آلِ نبیؐ تھے اور جفا کچھ نہ پوچھیے

اُسوۂ شبیّرؐ

تسبیح کا، تہلیل کا، تکبیر کا انداز
 ہے سب سے جدا سجدۂ شبیّرؐ کا انداز
 یہ صرف محمدؐ کے گھرانے کی ہے خوبی
 ہر ایک میں ہے ایک ہی تصویر کا انداز
 ہر دور کے مظلوم کا آئین بنا ہے
 خونِ سرِ شبیّرؐ کی تحریک کا انداز
 ہے اُسوۂ شبیّرؐ میں انسان کی معراج
 پیاسوں کی شہادت میں ہے تعمیر کا انداز
 اس رازِ مشیت کا پتہ حُر سے ملا ہے
 تدبیرِ بدل دیتی ہے، تقدیر کا انداز

شبیرؔ نے لکھی ہے جو خود اپنے لہو سے
تاریخ نہ بھولے گی وہ تحریر کا انداز
اے ثانیؔ زہرا تری عصمت کے تصدق
بالوں کو دیا چادرِ تپہیسر کا انداز
سو کھے ہوئے ہونٹوں پہ زیاں پھیر رہا ہے
دشمن کو بھی تڑپا گیا ہے شیر کا انداز
ایسا بھی اسیر ایک ہے جس نے کہہ دیا ہے
زنجیر کی آواز کو تنکیر کا انداز

تلاش

شوقِ نجف ہے، آوجِ مقدر کی ہے تلاش
 پیاسی نگاہ کو درِ حیدر کی ہے تلاش
 ظلمت کو نورِ مطلعِ خاور کی ہے تلاش
 میری خطا کو شافعِ محشر کی ہے تلاش
 پیدا کیے ہیں وقت نے ہر موڑ پر بزمید
 دنیا کو ایک سببِ پیسہ کی ہے تلاش
 پانی کی ہے تلاش نہ چادر کی ہے تلاش
 بانو کو دشت میں علی اصغر کی ہے تلاش
 کیسے اٹھے گی دیکھئے کڑیل جواں کی لاش
 ابنِ علی کو لاشہ اکبر کی ہے تلاش
 اس کی نظر میں خاکِ حجبِ نہرِ علقمہ
 جس کو اسیرِ چشمہ کوثر کی ہے تلاش

عباس ہمارا ہے

عباس ہمارا ہے، عباس ہمارا ہے
 حیدر کے غلاموں کا ہر دم یہی نعرہ ہے
 ہمت ہے، بھروسہ ہے، تسکین ہے، دلاسا ہے
 مظلوم کی ڈھارس ہے، پیاسوں کا سہارا ہے
 دیکھے تو ذرا دنیا انصاف کی نظروں سے
 دریا کی ترائی پر کس شیر کا قبضہ ہے
 شاید کہ پکارا ہے معصوم کینہ نے
 بیتاب ترائی میں عباس کا لاشا ہے
 باندھے گا رسن کیسے، بازو میں کوئی ظالم
 عباس سے بھائی کا زینب کو سہارا ہے
 ہم نے تو اسیر اپنے مولیٰ کے تصدق میں
 دنیا بھی سنواری ہے عقبی بھی سنواری ہے

عظمتِ کردار

عظمتِ کردار کی تصویر دکھلانے لگی
 کر بلا عظمت کا لوبا سبے منوانے لگی
 کان میں عباسؑ کے قدموں کی چاپ نے لگی
 علقمہ شوقِ قدمبوسی میں بل کھانے لگی
 نعرۂ عباسؑ کی شاید صدا آنے لگی
 سرزمینِ کر بلا ہیبت سے تھرانے لگی
 کانپ کے جبریل کیوں نادِ علی پڑھنے لگے
 دیکھنا! کیا پھر علیؑ کی تیغ لہرانے لگی
 کر بلا میں محسنِ انسانیت کی ہر ادا
 بائے بسم اللہ کی تفسیر سمجھانے لگی

غظتِ کردار کیا ہے کر بلا والوں کی ریت
آدمیت ان کے نقشِ پایہ اترانے لگی

کر بلا میں کیسے کیسے چاند تارے آگئے
کہکشاں جنکی ضیا سے آنکھ چھپکانے لگی

جام میں اشکِ ندامت بھر کے لاتے ہیں حباب
بے بسی آلِ محمد کی جو یاد آنے لگی

علقمہ نے بے بسی سے بھیجا سا حل کو پیام
بے زباں کی پیاس مجھ کو تو شرم آنے لگی

قید میں تنہائیِ اصغر جو یاد آنے لگی
یوں ہی گھبرائی تھی بانو اور گھبرانے لگی

چھڑ گئی جب قید میں دُروں کی گستاخی کی بات
بیڑیاں رونے لگیں زنجیر تھرانے لگی

ہر زبانِ خار پر ہے آبلہ پائی کا ذکر
سیدِ سجاد سے کانٹوں کو شرم آنے لگی

کیا سکینہ نے چچا کو درد سے آواز دی
لاش اک ریتی یہ مجبوری سے تھرا نے لگی

دیکھ کر زینب کو ننگے سر بھرے دربار میں
عصمت زہرا کو بیٹی سے حیا آنے لگی

بس اسی کا نام ہے مجبوری انسان اسیر
دم بخود تھا باپ جیتے کو موت آنے لگی

سلام عقیدت

سلام سنتِ حسنہ سلام حکمِ نبی
نہ ہو سلام تو پھر گفتگو ہے بے ادبی

یہی نماز جو معراجِ آدمیت ہے
نہ ہو سلام تو بنتی ہے کارِ بولہبی

نہیں ہے تیرے صلوة و سلام کی قیمت
کہ تیرے سینے میں تو بغض کی ہے آگ دبی

تمہیں سلام عقیدت ہے کہ بلا والو !
بنی ہے عین عبادت تمہاری تشنہ لبی

ہر ایک فردِ ادھر غاصبوں کا پیر و کار
ہر ایک فردِ ادھر ہاشمی و مطلبی

اسیر ! کرب و بلا کی فضا میں زینب کی
سُنائی دیتی ہے اب بھی دُعائے نیم شبی

خیرو شر

کمالِ تخلیق جو بشر ہے، وہ ہر بشر سے جدا بھی ہوگا
 نبی کی اُس میں جھلک بھی ہوگی، خدا کا اُس میں پتہ بھی ہوگا
 اگر نظر کو تلاش بھی ہے، تلاش میں گر غلوں بھی ہے
 تو پھر جہاں پر خدا ملے گا، وہیں پہ نفسِ خدا بھی ہوگا
 جہاں جہاں اک یزید ہوگا، وہاں وہاں اک حسین ہونگے
 وہ سر جو حق کے لیے اٹھے گا، وہ سر ہمیشہ کٹا بھی ہوگا
 جو بیکسوں کا بنا ہو حامی، جو بے بسوں کا ہوا ہو یاد
 وہ ہر زمان میں وہ ہر مکان میں، شہیدِ تیغِ جفا بھی ہوگا
 حسنینتِ صبر کی علامت، یزیدیتِ جبر کی نشانی
 یہ خیرو شر جب قریب ہونگے، تو منظرِ کریم بھی ہوگا

علم وفا کی ہے جو علامت، علم جو عباسؑ کا نشان ہے
 وہ ہاتھ جس نے علم اٹھایا، وہ انتقاماً کٹا بھی ہوگا
 جہاں جہاں ہے کوئی سکیٹ، وہاں وہاں دستِ شمر بھی ہے
 جہاں جہاں ہے گلوئے اصغر، وہاں وہاں حرمت بھی ہوگا
 نگاہِ حسرت سے کربلا میں، اگر اجازت طلب تھا بھائی
 نگاہِ مایوس سے بہن نے نہ جانے کیا کیا کہا بھی ہوگا
 برہنہ پاشام کے مسافر، وہ خارِ صحرا، وہ ریگِ آتش
 یہ آبلے کتنے روئے ہوں گے، جو کوئی کانٹا چبھا بھی ہوگا
 چلے جو ہوں گے و غاکو اکبر، تو ماں کا دل پھر بھی ماں کا دل ہے
 اسیرِ جہوری بشر پر، تڑپ کے وہ رہ گیا بھی ہوگا

مشعلِ ہدایت

میرے لب ہیں عثلیٰ کی مدحت ہے
 یہ بھی اک مضطفیٰ کی سنت ہے
 یہ بھی ابنِ عثلیٰ کی عظمت ہے
 ہاتھ پر نوجوان میت ہے
 اب تو ہر موڑ پر ہے ایک یزید
 یا حسینؑ آپ کی ضرورت ہے
 زیرِ خنجر حسینؑ کا سجدہ
 شکر کی بہترین صورت ہے
 اب بھی تہذیب کے اندھیرے میں
 کربلا ، مشعلِ ہدایت ہے
 دینِ اسلام کی نئی تاریخ
 خونِ شبیئر سے عبارت ہے

زندگی ہے تو قلبِ دیں میں مگر
 یا حسینؑ آپ کی بدولت ہے
 ماں کی دُنیا بھونپ کی دولت ہے
 یہ جو چھوٹی ٹسی ایک تُربت ہے
 دینِ برحق کو سینچنے کے لیے
 خونِ اصغرؑ کی بھی ضرورت ہے
 کیوں نہ قرباں ہوں مشک پر عباسؑ
 اک بھتیجی کی یہ امانت ہے
 خونِ آلودہ پیرِ بن کے نثار
 جسمِ اکبرؑ یہ آج خلعت ہے
 سب کو ملتا نہیں اسیرِ غم
 غمِ شبیرؑ ایک نعمت ہے

ادا ہے نئی

نہ دیں نیا ہے نہ توحید کی صدا ہے نئی
مگر شریعت اسلام کی فضا ہے نئی

حسین! پھر تری اسلام کو ضرورت ہے
یزید وقت کوئی چال چل گیا ہے نئی

یہ آبِ تیغ، یہ برہمچی کے پھل، یہ ڈھال کے پھول
یہاں تو دعوتِ مہمان کی ادا ہے نئی

خدا نے رکھ لیا غُربت میں پردہ زینبؑ
غبارِ راہ کی چہرے پہ اکِ ردا ہے نئی

لہو لہو ہے قدم، زخم زخم ہے گردن
دیارِ شام میں بیمار کی دوا ہے نئی

غمِ حسینؑ کا صدقہ ہے سوزِ دردِ اسیر
ترے سلام کا ہجہ نیا، نوا ہے نئی

ہمارے سلام

یہ کربلا کے نظارے سلام کہتے ہیں

حسین! چاند ستارے سلام کہتے ہیں

حبیب بن کے اشارے سلام کہتے ہیں

تجھے فرات کے دھارے سلام کہتے ہیں

پلک پلک پہ لرزتے ہیں پیار کے آنسو

پلک پلک پہ ستارے سلام کہتے ہیں

وہ آسے جو بھتیجی کو اک چچیا سے تھے

وہ کم سنی کے سہارے سلام کہتے ہیں

سنو تو غور سے زینب کے کٹھنوں سے

تمہارے راج دلائے سلام کہتے ہیں

اُداس لاشہ قاسم پہ ہے کھڑی کبریٰ
 یہ سوگوارِ نظارے سلام کہتے ہیں
 بسی ہے ماں کے تصور میں صورتِ اکبرؑ
 یہ دلفریبِ نظارے سلام کہتے ہیں
 یہ سہمے سہمے سے بچے، لٹے لٹائے حرم
 مصیبتوں کے یہ ماے سلام کہتے ہیں
 اسیرِ شام! تجھے کربلا کے صحرا سے
 ترے نبیؐ کے پیارے سلام کہتے ہیں
 یہ ریگ زار، یہ کانٹے، یہ آبلے عابد
 تجھیں یہ سارے کے سارے سلام کہتے ہیں
 اسیر! دیکھو تو شبیرؑ کی غلامی میں
 ہمیں نصیب ہمارے سلام کہتے ہیں

امتحاں ہے امتحاں پر

علیٰ کا نام آتا ہے زباں پر
صحیفہ سا اُترتا ہے دہاں پر

جھکے سر علیٰ کے آستان پر
دماغ اپنا ہے حدِ آسمان پر

شہِ دیں کا ہے ماتمِ آسمان پر
کہاں کی بات پہنچی ہے کہاں پر

امامت کی وہیں سے ابتدا ہے
رسالت ختم ہوتی ہے جہاں پر

اذاں دیتے ہیں اکبر صبحِ عاشور
تہدق ہوتی ہیں زینبِ اذاں پر

اجل نے لوٹ لی اُس کی جوانی
بھروسہ تھا بڑا جس نوجواں پر
وہ خوں جو باپ نے مُنہ پر ملا ہے
گراں تھا وہ زمین و آسماں پر

رو کرب و بلا پر چلنے والو!
یہاں تو امتحاں ہے امتحاں پر
یہاں تو خون سے ہنگام ہے پانی
اجل کے جام ہیں آپ دواں پر
سوالِ آب پر تشنہ لبوں کو
جواباً تیر ملتے ہیں یہاں پر
یہاں چھن جاتی ہے چادرِ سروں سے
قیامت ٹوٹتی ہے ناتواں پر

قطعہ بند

عجب انداز ہے کہ قصرِ شاہی
لرز اُٹھا ہے زینب کے بیاں پر

یہی ہے کارواںِ اہلِ حرم کا
خدا کا شکر ہے سب کی زباں پر
غبارِ راہ بھی خاکِ شفا ہے
تصدّق ہو کے میرِ کارواں پر
اسیر! آؤ چلیں بہرِ زیارت
حسینِ ابنِ علیؑ کے آستان پر

چراغ جلتے ہیں

وہی حسینؑ کے نقشِ قدم پہ چلتے ہیں
جو سرفروش کفن باندھ کر نکلے ہیں

غمِ حسینؑ میں آنسو نہیں نکلے ہیں
بھٹکنے والوں کی خاطر چراغ جلتے ہیں

ہزار ضرب سے بڑھ کر ہے یا علی کہنا
کہ اس کی گونج سے باطل کے دل دہلے ہیں

غمِ حسینؑ کی عظمت کو کہتے ہیں بدعت
عجب ہیں لوگ جو شبیریت سے جلتے ہیں

یہ جذبِ شوقِ شہادت کی دیکھیے لذت
کبھی سُمکتے ہیں اصغر کبھی چلتے ہیں

جوان بیٹے کا مرنا جوان بھائی کی موت
 یہ ایسے غم ہیں کہ بس جان لے کے ٹلتے ہیں
 کوئی بتائے کہ پہنچیں گے کیسے اکبر تک
 حسینؑ راہ میں گرتے ہیں اور سنہلے ہیں
 جو یاد آتے ہیں اصغرؑ تو ماں تڑپتی ہے
 یہ کون کہتا ہے یادوں سے دل بہلتے ہیں
 قسم خدا کی ہر اک زخم دکھ رہا ہوگا
 حسینؑ خاک پہ جو کروٹیں بدلتے ہیں
 نہیں ہے موت سے کم بے ردائی زینبؑ
 حیا کی آگ ہے اور اہل بیت جلتے ہیں
 ملیں گے آج بھی قسمت سے نقشِ پائے حسینؑ
 اسیر! او چلیں، کر بلا کو چلتے ہیں

شبیرؑ کی آواز

قرآن کی ایمان کی تفسیر کی آواز
 بن جاتی ہے ہر دور میں شبیرؑ کی آواز
 منتار باخجہر رگِ شبیرؑ کی آواز
 بہ خون کے قطرے میں تھی تکبیرؑ کی آواز
 تخریبِ جہاں سوز کے اس دورِ بلا میں
 اک کرب و بلا ہی تو ہے تعمیرؑ کی آواز
 لے عصمتِ زہراؑ ترے صدقے میں زمانہ
 سن لیتا تو ہے، آیہٗ تطہیرؑ کی آواز
 اک رات کی فرصت ہی عنیمت ہے کربالو
 پھر سن نہ سکو گی کبھی بے شیرؑ کی آواز

یہ کون سا جذبہ تھا کہ میدان میں ہنس کر
اصغر نے سنی حُرمت کے تیر کی آواز

اک عمر رہی آنکھوں میں بے شیر کی تصویر
ماں سُنتی رہی شوق سے تصویر کی آواز

خنجر تلے گھبرا کے تڑپ اٹھتا ہے بھائی
آجاتی ہے جب کان میں ہمشیر کی آواز

زنداں کے اندھیرے میں سکینہ کو بے ڈھارس
سُن لیتی ہے سجاد کی زنجیر کی آواز

بکھری ہے رہِ شام میں عابد کی کہانی
ہر ذرے میں محفوظ ہے زنجیر کی آواز

مجھ سا کوئی دُنیا میں نہیں ہوگا اسیر آج
سرمایہ ہے میرا غم شبیر کی آواز

بنائے لا الہ حسین

صبح سے تنہا اٹھائی عصر تک میتِ حسین!
تو نے عالم کو دکھادی جس کی قوتِ حسین!

سجدہ آخرتِ امیرِ اربعِ عبدیتِ حسین
بندگی کی آبرو، انسان کی عزتِ حسین

ذکر کیا آدروں کا جب جبریل کا سر جھک گیا
تو نے بخشی آدمی زادوں کو وہ عظمتِ حسین

تو نے رکھی ہے شہادت پر بنائے لا الہ
مٹ نہیں سکتی رسولِ پاک کی اُمتِ حسین

تو نے مکر اس طرح بدل دیے مفہومِ حیات
زندگی اب موت کو کہنے لگی نعمتِ حسین

تو ہی ہے تفسیرِ قرآن، تو ہی تفسیرِ حدیث

ہر عملِ قرآن ہے ہر بات ہے آیتِ حسینؑ

خضر کیا الیاسؑ بھی کرتے ہیں مرنے کی دُعا

موت کو بخشی ہے تو نے آج وہ لذتِ حسینؑ

بیکسی اب کیا کرے مجبوریٰ انسان کی بات

دیکھ کر کرب و بلا میں آپؑ کی ہمتِ حسینؑ

اکبر و عباسؑ و قاسمؑ تجھ کو پیارے تھے ضرور

اُن سے بڑھ کر تجھ کو پیاری تھی مگر اُمّتِ حسینؑ

انقلاب آیا تو ہے لیکن یہ کیسا انقلاب

لُٹ گئی اک دم رسولِ پاک کی دولتِ حسینؑ

کون تھا دیتا جو ہل من ناصیرؑ سکر جواب

اس لیے بے شیر کو کرنی پڑی نصرتِ حسینؑ!

آپؑ کی چشمِ کرم کا اک بھکاری ہے اَسیر

اس کو بھی مل جائے کچھ ایمان کی دولتِ حسینؑ!

انسانیت کے شاہکار

سرسزمینِ کربلا کے حق شعاروں کو سلام
اُن شہیدوں کے تصدق اُنکے پیاروں کو سلام

یہ فرشتوں کی تمنا یہ دلِ یزداں کے پیار
آدمی کے مدعا انسانیت کے شاہکار

اِن کی ٹھوکریں بسکتا ہے یزیدوں کا غرور
اِن کی ٹکڑے سیاست کی چٹانیں چور چور

جان دیدیتے ہیں یہ حق کی حمایت کے لیے
خون بہادیتے ہیں اپنا آدمیت کے لیے

اپنے خوں کی آنچ سے فولاد بگھلاتے ہیں یہ
سایہ شمشیر میں سجدہ کو جھک جاتے ہیں یہ

یہ تو وہ ہیں زندگانی کو ابد کا ساز دیں
 موت کو اپنی شہادت کے لیے آواز دیں
 موت ان کی بن گئی ظلمات میں احساسِ نور
 آدمی کو دے گئی عزت سے مرنے کا شعور
 حوصلہ جینے کا ملتا ہے انھیں کی ذات سے
 موت خوش آئند ہو جاتی ہے انکی بات سے
 بے بسوں کو سایہ دامن میں دیتے ہیں اماں
 ہاتھ میں مجبور کے دیتے ہیں شمشیر و سناں
 ہر زماں میں ان کا چرچا ہر کال میں ان کی بات
 نام لیں ان کا تو لوٹیں باطلوں کے سومات
 راہِ حق میں بے خطر چلتے ہیں نوکِ غار پر
 شوق سے رکھ دیتے ہیں بڑھ کر گلا تلوار پر
 سرنگوں ہیں ان کی خدمت میں جہاں بالوں کے تاج
 عرشِ اعظم سے فرشتے لے کے آتے ہیں خراج

فاطمہؓ ہر اکے آنسو، حیدرِ صفدر کا پیار
قلبِ احمدؓ کی دعا، خوشنودیؓ پروردگار

تاجدارِ کربلا کے جاں نثاروں کو سلام
خون میں ڈوبے ہوئے ان چاندیوں کو سلام

اے مرے پیارے ترے خوں کی روانی کو سلام
میرے شہزادے تری کڑیل جوانی کو سلام

مامتا فریاد جب کرتی تھی اشکِ گرم سے
موت کے ماتھے پہ آتا تھا پسینہ شرم سے

لوح کے ماتھے پہ لہزا ہے خطِ تحریر بھی
پھیر کے منہ بے تحاشا روئی ہے تقدیر بھی

اے مراکِ شب کے بیاہے قاسمِ گلگوں قبا
کربلا سے آج بھی آتی ہے دُولہن کی صدا

تیرے ماتھے کے تصدق، تیرے چہرے کو سلام
خون کے قطروں گبنے والے سہرے کو سلام

مل گئی شامِ عروسی کو شفقِ رُخسار سے
 خون کا غارِ ملا ہے موت نے کس پیار سے
 گھٹ گئیں جو دل میں کُبریٰ کے اُن آہوں کو سلام
 دخترِ شیر کی ویراں نگاہوں کو سلام
 بازوئے عباس کے زورِ جوانی کو سلام
 مشک سے بہتے ہوئے نایاب پانی کو سلام
 دیکھتی ہے بے بسی سے سوئے ساحلِ بار بار
 اک بھینچی کو ابھی تک ہے چپا کا انتظار
 میرے ننھے شاہزادے! تیری جرات کو سلام
 خشک ہونٹوں کے تصدقِ خوں کی حرمت کو سلام
 آج بھی اکثر سنائی دیتی ہیں کچھ لوریاں
 اور فضا میں گونجتی ہیں ایک ماں کی ہچکیاں
 اب بھی راہِ شام میں ہیں پائے عابد کے نشان
 ہے زبانِ خار پر اب بھی سفر کی داستان

اے مرے بیمار! تیری سار بانی کو سلام
 اک لٹے سے کارواں کی پاسبانی کو سلام
 خاک اڑاتا ہے اسیر اب بھی غبارِ راہِ شام
 بے کسی کرتی ہے اب بھی بنتِ زہرِ اکو سلام

یہ آخری اذال ہے

ہمیشگی مصطفیٰ کی یہ آخری اذال ہے
 ہر ذرہ کر بلا کا انگشت بردہاں ہے
 آواز پر نبی کی آواز کا گماں ہے
 اب پھر نہ سن سکو گے یہ آخری اذال ہے
 ہمیشگی مصطفیٰ کی یہ آخری اذال ہے

لاکھوں نماز صدقے اُس چاند سی جبین پر
 سجدے میں جو جھکی ہے جلتی ہوئی زمیں پر
 فاقہ ہے تین دن کا ہمت مگر جواں ہے
 اب پھر نہ سن سکو گے یہ آخری اذال ہے
 ہمیشگی مصطفیٰ کی یہ آخری اذال ہے

رستے رُکے ہوئے ہیں پہرہ لگا ہوا ہے
 شبِ تیر کا سفینہ طوفاں میں آگیا ہے
 راہِ خدا میں لیکن ہر دم رواں دواں ہے
 اب پھر نہ سُن سکو گے یہ آخری اذان ہے
 ہمِ مشکلِ مصطفیٰؐ کی یہ آخری اذان ہے

طوفاں بن رہی ہے جذبات کی خموشی
 انگڑائی لے رہا ہے اک ذوقِ سرفروشی
 لے ذوقِ سرفروشی! یہ وقتِ امتحان ہے
 اب پھر نہ سُن سکو گے یہ آخری اذان ہے
 ہمِ مشکلِ مصطفیٰؐ کی یہ آخری اذان ہے

سُن کر صدائے اکبرِ اصغر کو وجد آیا
 تکبیر کی صدا پر معصوم مُکرایا
 ایسا کوئی مجاہدِ تاریخ میں کہاں ہے
 اب پھر نہ سُن سکو گے یہ آخری اذان ہے
 ہمِ مشکلِ مصطفیٰؐ کی یہ آخری اذان ہے

اس آخری ازاں سے بلچل مچی ہوئی ہے
 اک ماں جگر کو تھامے در پر کھڑی ہوئی ہے
 سوکھے ہوئے لبوں پر نادِ علی رواں ہے
 اب پھر نہ سُن سکو گے یہ آخری ازاں ہے
 ہمیشہ کلِ مصطفیٰ کی یہ آخری ازاں ہے

ہر دم یہی تصور دُولھا بنا ہے اکبرؑ
 شادی رچی ہوئی ہے سہرا سجا ہے سر پر
 سمجھائے کون ماں کو بے رحم آسماں ہے
 اب پھر نہ سُن سکو گے یہ آخری ازاں ہے
 ہمیشہ کلِ مصطفیٰ کی یہ آخری ازاں ہے

سمجھا رہی ہیں زینبؑ ماں کو سنبھل سنبھل کے
 گھبرا رہی ہیں لیلےؑ پہلو بدل بدل کے
 حالات ہی ہیں ایسے قابو میں دل کہاں ہے
 اب پھر نہ سُن سکو گے یہ آخری ازاں ہے
 ہمیشہ کلِ مصطفیٰ کی یہ آخری ازاں ہے

خیبر میں، ذوالعشر میں، صفین میں اُحد میں
 ایسے نہ تھے نمازی تیرو سناں کی زد میں
 جن پر اسیر اب تک قرآن بھی مدح خواں ہے
 اب پھر نہ سن سکو گے یہ آخری اذان ہے
 ہمشکل مصطفیٰ کی یہ آخری اذان ہے

غمِ کرب و بلا نہ پوچھ

اے میرے ہمنوا! غمِ کرب و بلا نہ پوچھ
اک دوپہر میں لٹ گئے آلِ عبا نہ پوچھ

تجھ سے کروں میں اکبرِ گلِ پیرِ ہن کی بات
یا ایک شب کی بیاہی ہوئی اک لہن کی بات
بھائی کی بات چاہنے والی بہن کی بات

یہ سانحہ عظیمِ ہر اے خدا نہ پوچھ
اے میرے ہمنوا غمِ کرب و بلا نہ پوچھ

اِس کربلا میں عظمتِ خیر الودا لُٹی
عسرت لُٹی کہ روحِ کلامِ خدا لُٹی
زلیور چھنے، خیامِ جلے، اور رِدا لُٹی

ہر ظلم کی یہاں پہ ہوئی انتہا نہ پوچھ
اے میرے ہمنوا غمِ کرب و بلا نہ پوچھ

یہ کربلا ہے آلِ محمد کی کائنات
ٹوٹے اسی زمین پہ حکومت کے سومات
آلِ نبی کے خوں سے ملی قوم کو حیات

شبیرؑ نے دکھایا ہے کیا معجزہ نہ پوچھ
اے میرے ہمنوا غمِ کرب و بلا نہ پوچھ

مجبوریِ حرم کی کہانی میں کیا کہوں
غنجہ لبوں کی تشنہ دہانی میں کیا کہوں
مہنگا ہوا تھا خون سے پانی میں کیا کہوں

انسان کی یہ فطرتِ جور و جفانہ پوچھ
اے میرے ہمنوا غمِ کرب و بلا نہ پوچھ

اب تک ہے کربلا میں وہی حشر کا سماں

ہر ذرہ کہہ رہا ہے تباہی کی داستاں

اور گونجتی ہے اکبرِ معصوم کی اداں

آسرا رکائنات کا یہ ماجرا نہ پوچھ

اے میرے ہمہنوا غمِ کرب و بلا نہ پوچھ

عابد کے پائے حق میں پڑیں بیڑیاں یہیں

زینٹ کے بازوؤں پہ بندھی رسیاں یہیں

بیمار کو بنایا گیا سارباں یہیں

کیسے چلا ہے راہ میں یہ قافلہ نہ پوچھ

اے میرے ہمہنوا غمِ کرب و بلا نہ پوچھ

ان شامیوں سے پھر بھی شریعت نہ مٹ سکی

قرآن زندہ رہ گیا، آیت نہ مٹ سکی

کوشش بہت ہوئی پہ امامت نہ مٹ سکی

تھا کس قدر حسینؑ پہ فضلِ خدا نہ پوچھ

اے میرے ہمہنوا غمِ کرب و بلا نہ پوچھ

برہمی جگر پہ کھا کے جو کڑیل جواں گرا
 اہلِ حرم پہ جیسے کہ کوہِ گمراہ گرا
 شہید کیا شہید ہوئے آسماں گرا
 اُن کا اسیروں کوٹ گیا آسرا نہ پوچھ
 اے میرے ہمنوا، غمِ کرب و بلا نہ پوچھ

بے گھر بنا کے ٹوٹا

خیمہ جلا کے ٹوٹا، بے گھر بنا کے ٹوٹا
ناموس مضطرب کو جنگل میں لا کے ٹوٹا

ڈوبا کئے لہو میں آنکھوں کے آگے پیارے
مرتے رہے چہیتے، ٹوٹا کپے سہارے
چُن چُن کے شامیوں نے کڑیل جوان مارے

شببیر کے حرم کو بے بس بنا کے ٹوٹا
خیمہ جلا کے ٹوٹا، بے گھر بنا کے ٹوٹا

آفت یہ کیسی آئی اہلِ حرم کے سر پر
 اک دوپہر میں اُجڑا کیسا بسا ہوا گھر
 کوئی نہیں جو سر پر زینبؓ کے ڈالے چادر
 زہرا کی بیٹیوں کا پردہ جلا کے ٹوٹا
 خیمہ جلا کے ٹوٹا بے گھر بنا کے ٹوٹا

بے چارگی زینبؓ حاصل اگر نہ ہوتی
 شیرِ خدا کی بیٹی پھر ننگے سر نہ ہوتی
 سہمی ہوئی سکینہ یوں خوں میں تر نہ ہوتی
 جب شمرؓ نے طمانچے منہ پر لگا کے ٹوٹا
 خیمہ جلا کے ٹوٹا بے گھر بنا کے ٹوٹا

دربارِ شام میں وہ نمِ سود کی خدائی
 نفرت جو تھی نبیؐ سے آخر وہ رنگ لائی
 فطرت میں کوفیوں کے تھی چونکہ بے وفا تھی
 آلِ نبیؐ کو آخر کہاں بنا کے لوٹا
 خیمہ جلا کے لوٹا بے گھر بنا کے لوٹا

ماتم اسیر! کرے پیاسوں کی تشنگی پر
 معصوم کے دلوں سے چھینی ہوئی خوشی پر
 ان شاہزادیوں کے انجام بے بسی پر
 بعدِ حسینؑ جن کو دُورے لگا کے لوٹا
 خیمہ جلا کے لوٹا بے گھر بنا کے لوٹا

آواصغرات ہوئی اب

کرب و بلا میں بولی مادر، آواصغرات ہوئی اب
اوڑھی شام نے کالی چادر، آواصغرات ہوئی اب

تم بن گھر ہے سُونا سُونا، تم بن دنیا ہے سُنان
تم بن دل میں سناٹا ہے، جیسے محل کوئی ویران
لگتی ہے اک چوٹ سی دل پر
آواصغرات ہوئی اب

ملنے کی اب آس نہیں ہے، ایسے بچھڑے ہو تم ماں سے
یا تو تم کو پائے کہاں سے، یا تو تم کو لائے کہاں سے
ڈھونڈھ چکی ہے تم کو در در
آواصغرات ہوئی اب

ناحق ہم سے روٹھ گئے ہو، ناحق ہم کو چھوڑ گئے تم
 پیار کا بندھن خون کا رشتہ، سارے ناتے توڑ گئے تم
 واپس آؤ صدقے مادر

آؤ اصغر رات ہوئی اب
 ماں کی گود نہ ماں کا سینہ تنہا کیسے سوؤ گے تم
 کروٹ کروٹ چونک اٹھو گے، ڈھونڈو گے اور روؤ گے تم
 گھبراؤ گے قبر کے اندر

آؤ اصغر رات ہوئی اب
 آنسو آنسو شعلے نکلے، بھر کے قطرہ قطرہ آگ
 اُجڑی گود ہے جیسے شعلے، اُجڑی مانگ ہے جیسے ناگ
 قدم قدم ہے بانو مضطر
 آؤ اصغر رات ہوئی اب

پیاسے ہو تو اپنی ماں سے، پانی مانگو خشک زباں سے
گر نہ ملے گا اُس دکھیا کو، اک قطرہ بھی آپ والوں سے
بھر کے دیگی اشک کا ساغر

آؤ اصغر رات ہوئی اب

صبر ہے غم کا مرہم لیکن، آتے ہی آتے آتا ہے
انساں کا دل آخر تسکین، پاتے ہی پاتے پاتا ہے
کچھ بھی نہیں ہے تم سے بڑھ کر

آؤ اصغر رات ہوئی اب

زینب کو ہے بیٹوں کا غم، قاسم کا غم اکبر کا غم
اپنوں کا غم غیروں کا غم، سب سے بڑھ کر سرور کا غم

ایک ہے دل اور داغ بہتر ۲

آؤ اصغر رات ہوئی اب

لوٹ رہے ہیں ہم کو شامی، لوٹ رہی ہے سب کی آس
 آؤ جلدی آؤ اکبر، آؤ بچاؤ لے عباسؑ
 تم بھی آؤ صدقے مادر
 آؤ اصغر رات ہوئی اب
 حُر کی بیوی پانی لائی، لے کے سکینہ جام چلی
 پہلے پیاس بُجھانے تیری، بچّی تشنہ کام چلی
 اٹھو پیو، لو پانی اٹھ کر
 آؤ اصغر رات ہوئی اب
 کرب و بلا کی جانب سے جب اٹھ کے ہوئیں آتی ہیں
 کانوں میں اسیر اک بی بی کی پُر درد صدائیں آتی ہیں
 کیسے جیوں گی تم سے بھپڑ کر
 آؤ اصغر رات ہوئی اب

اُٹھو سلام کرو

کہاں ہوائے علی اکبر! اُٹھو سلام کرو
کھڑی ہیں زینبؑ مضطر! اُٹھو سلام کرو

ادب سے پیار سے جھک کر اُٹھو سلام کرو
کھڑی ہیں دخترِ حیدر اُٹھو سلام کرو
یہ ہیں بتوں کی ہر اُٹھو سلام کرو

انہیں کی چھن گئی چادر، اُٹھو سلام کرو
کہاں ہوائے علی اکبر! اُٹھو سلام کرو

تمہیں نہیں تو مزہ بھی نہیں ہے جینے میں
اُٹھو اُٹھو کہ شرابور ہو پسینے میں
کہاں لگی ہے وہ برہمچیا تمہارے سینے میں

ڈرا دکھاؤ تو آکر ، اُٹھو سلام کرو
کہاں ہواے علی اکبر ، اُٹھو سلام کرو

وہ بے زبان مجاہد وہ چھ مہینے کی جاں
تمہارا تنہا سا بھائی وہ اصغرِ نادان
ملے تو کہنا کہ بے چین ہے تمہاری ماں

تمہاری یاد میں اصغر ، اُٹھو سلام کرو
کہاں ہواے علی اکبر ، اُٹھو سلام کرو

سُنا دو عوَن وِ مُحَمَّد کی کچھ خبرِ مَماں کو
 ذرا قسرا تو آجائے اِس پریشاں کو
 دبا تے بیٹھی ہیں سینے میں اپنے ارماں کو
 بنی ہیں صبر کی پیکر، اُٹھو سلام کرو
 کہاں ہوائے علی اکبر! اُٹھو سلام کرو

ہیں یادگارِ شہیدانِ کربلا زینبؓ
 قدمِ قدم پہ اسیروں کی رہنما زینبؓ
 حسینیت ہے سفینہ تو ناخدا زینبؓ
 یہ ہیں محافظِ شکر، اُٹھو سلام کرو
 کہاں ہوائے علی اکبر! اُٹھو سلام کرو

انہیں سے یاس کی راتوں میں کچھ اُجالا ہے
 انہیں نے ڈوبتے اسلام کو سنبھالا ہے
 ینزدیت کو سرِ راہ روند ڈالا ہے
 حسینیت کی ہیں رہبر، اُٹھو سلام کرو
 کہاں ہو اے علی اکبر! اُٹھو سلام کرو

انہیں نے کلمہ طیب کو تازگی دی ہے
 خدا کے دین کو کوفے میں زندگی دی ہے
 غرورِ سطوتِ شاہی کو بے بسی دی ہے
 کیا ہے کارِ پیمبر! اُٹھو سلام کرو
 کہاں ہو اے علی اکبر! اُٹھو سلام کرو

اندر مہری رات میں زینب کا دم نویدِ سحر
اندر مہری راہ میں زینب ہی روشنی کا سفر
انہیں کے دم سے بنی ہے شکست عینِ ظفر
یہی ہیں ثانی حیدر، اٹھو سلام کرو
کہاں ہوائے علی اکبر! اٹھو سلام کرو

متاعِ زیست کو لٹتے نہ دیکھتیں زینب
کفنِ بغیر نہ پیاروں کو چھوڑیں زینب
حدا گواہ ہے مجبور ہو گئیں زینب
پھری ہیں شام میں در در اٹھو سلام کرو
کہاں ہوائے علی اکبر! اٹھو سلام کرو

یہ اہل بیت ہیں ایساں انہیں کی اُلفت ہے
خدا کا حکم، رسولِ خدا کی سنت ہے
اَسیرِ دونوں جہاں کے لئے یہ نعمت ہے

انہیں کا ذکر ہولب پر، اٹھوسلام کرو
کہاں ہوائے علی اکبر! اٹھوسلام کرو

اسلام نہ بھولے گا

اسلام نہ بھولے گا زینبؓ، ترے احساں کو
بیدار کیا تو نے ہر دور کے انساں کو

منظوم کو بخشا ہے تسکین کا سرمایہ
حالات سے ٹکرا کر انا مجبور کو سکھلایا
قرآن پہ عمل کر کے، قرآن کو سمجھایا
افلاک سے اونچا ہے عظمت کا تری پایہ

پستی سے بلندی پر پہنچا دیا انساں کو
اسلام نہ بھولے گا زینبؓ، ترے احساں کو

تُو نے ہمیں بتلایا کردار ہی سنت ہے
حق بات کو حق کہنا کردار کی عظمت ہے
کردار کی عظمت ہی ایمان کی دولت ہے
ایمان کی دولت ہی سامانِ شہادت ہے

ملتی ہے شہادت سے معراج مسلمان کو
اسلام نہ بھولے گا زینبؓ ترے احساں کو

یہ سیکسیٰ انساں یہ بے سرو سامانی
اک روز جھکاتی ہے شاہوں کی بھی پیشانی
ما تھے پہ جو بیل آئے تھراتی ہے سلطانی
بن جاتی ہے اک طوفاں آنسو کی فراوانی

پھر کون بھلا رو کے بڑھتے ہوئے طوفاں کو
اسلام نہ بھولے گا زینبؓ ترے احساں کو

زینبؑ کے تصور میں اک رات کا دولہا ہے
 عباسؑ کے بازو میں، دریا کا کنارہ ہے
 اکبرؑ کی جوانی ہے، اصغرؑ کا ہمکنہ ہے
 سہمے ہوئے بچے ہیں، جلتا ہوا خیمہ ہے
 سینے میں دیائے ہیں اک درد کے طوفاں کو
 اسلام نہ بھولے گا، زینبؑ ترے احساں کو

جب فوج یزیدی نے شبیرؑ کو مارا تھا
 بکھرا ہوا ریتی پر قہرؑ کا پارا تھا
 اور بالی سکیٹھ نے بابا کو پکارا تھا
 زینبؑ ہی کا ایسے میں بس ایک سہارا تھا
 زینبؑ ہی سے کچھ ڈھارس تھی شامِ غریباں کو
 اسلام نہ بھولے گا، زینبؑ ترے احساں کو

وہ شامِ غریباں کی صحراے ہم آغوشی
 احساس کا وہ طوفاںِ زینبؑ کی وہ خاموشی
 رونا وہ سیکنہ کا سجاد کی بے ہوشی
 سہمے ہوئے بچوں کی رہ رہ کے وہ سرگوشی
 رہ رہ کے پکڑتے تھے زینبؑ ہی کے داماں کو
 اسلام نہ بھولے گا زینبؑ ترے احساں کو

جب شام کے لشکر نے خیموں کو جلایا تھا
 اور باپ کا سر لا کر بیٹی کو دکھایا تھا
 جب آلِ محمدؐ کو کوفے میں پھرا یا تھا
 ایسے میں کہ جب حامی اپنا نہ پرایا تھا
 زینبؑ ہی سے بہت تھی اُن بے سرو ساماں کو
 اسلام نہ بھولے گا زینبؑ ترے احساں کو

تقریر سے زینبؓ نے ہلچل سی چھادی تھی
 دربارِ یزیدی کی مبنیاد ہلا دی تھی
 بجھتے ہوئے شعلوں کو لفظوں سے ہوا دی تھی
 تحریکِ حسینی کی نو اور بڑھادی تھی
 کانٹوں سے بچا یا تھا اسلام کے دامان کو
 اسلام نہ بھولے گا زینبؓ ترے احساں کو

آؤ کہ اسیر اب ہم نازہ کریں پھر وہ غم
 جس غم میں محمدؐ کی آنکھیں بھی ہوئیں پر غم
 جس غم نے سنبھالا ہے اسلام کا یہ پر غم
 جس غم کی بدولت ہیں یہ دونوں جہاں قائم
 جس غم سے ملی عظمت ہم ایسے مسلمان کو
 اسلام نہ بھولے گا زینبؓ ترے احساں کو

مدینے کی وادیاں

آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں
اُو حسین تم کو پکاریں کہاں کہاں

اُو کہ لٹ رہا ہے شریعت کا کارواں
اُو کہ مٹ رہی ہے محمد کی داستاں

نیت کے ساتھ ساتھ بھٹکنے لگی اداں
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

اب نقشِ مصطفیٰ کو مٹانے لگے ہیں لوگ
اور سنتِ رسولؐ بھلانے لگے ہیں لوگ

ایسے میں بس تمہیں ہو شریعت کے پاسباں
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

اب دل نہیں ہی گرمیِ توحید کے آئیں
سجدہ تو ہے پہ عصمتِ سجدہ کہیں نہیں

اب بندگی میں سوزِ دلِ مصطفیٰ کہاں
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

ایسے میں لوٹ آؤ سفر سے مرے حسین
کرتا ہے یادِ روضہٴ سلطانِ مشرقین
سُنان ہو رہا ہے محمدؐ کا آستان
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

ہم حُسنِ مصطفیٰ کی نشانی تو دیکھ لیں
اکبرؑ کی ایک بار جو اتنی تو دیکھ لیں
اک بار سن لیں صوتِ محمدؐ میں پھر اذان
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

دیدارِ مرتضیٰ کی نگاہوں میں پیاس ہے
اَوْ حَیْنُ اَوْ مَدِیْنَةُ اِداس ہے

کب تک رہو گے کوئی وِشا حِی کے میہاں
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

اصغر کی بات چار برس کی بہن کی بات
کرتی ہے دل سے اکبر گل پیر بہن کی بات
صُغرا کا پھر رہا ہے تصوّر کہاں کہاں
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

آتی ہے کربلا سے مدینے کو جو ہوا
لاتی ہے ساتھ عترتِ اطہار کی بکا
زینبؓ کے دل کی آہ سکینہ کی ہچکیاں
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

جس کارواں میں عرش کے تارِ شریک تھے
قرآنِ مصطفیٰ کے پیارے شریک تھے

سُنتے ہیں کربلا میں لُٹا ہے وہ کارواں
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

کیا دشت میں شریعتِ خیر الہی لُٹی
کیا راستے میں عظمتِ آلِ عباس لُٹی
مجبوریٰ بشر کی سناؤ تو داستان
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

کیسے چلے تھے عترتِ اطہار کے خیام
کیسے چلے تھے سیدِ سجادِ تا بہ شام
زینبؓ کے بازوؤں پہ بندھی تھی سن کہاں
آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

جب لٹ رہی تھی دشت میں سرکارِ مصطفیٰ
 جب جل رہے تھے خیمہ اطہارِ مصطفیٰ
 اکبر کہاں تھے قاسم و عباس تھے کہاں
 آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

کیا رک گئی تھی نبضِ رگِ کائنات بھی
 کیا خشک ہو گئی تھی زبانِ فطرت بھی
 سوکھے لبوں پہ پھیری تھی اصغر نے زباں
 آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

کہتا ہے جیسے کوئی کہ اے چشمِ انتظار
 واپس نہ ہوگا آلِ محمد کا تاجدار
 زینب کے ساتھ اب نہ جئیں آئینگے یہاں
 آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

اِن وادیوں کو کون بتائے اسیر اب
 مارے گئے ہیں، ہوئے قتل سب کے سب

کرب و بلا میں لٹ گیا زہرا کا گلستاں
 آواز دے رہی ہیں مدینے کی وادیاں

بالو جانے والی ہے

آؤرن سے لوٹ کے اصغرؑ - بالو جانے والی ہے
آؤ کہ پردیس میں لٹ کر - بالو جانے والی ہے

بڑھنے لگے اب شام کے سائے
رات ہوئی اور تم نہیں آئے
جلدی آؤ جلدی اصغرؑ - بالو جانے والی ہے
سارے ناتے توڑ گئے ہو
ناحق ہم کو چھوڑ گئے ہو
واپس آؤ صدقے مادر - بالو جانے والی ہے
جنگل بھی سُنان ہے پیارے
کوئی نہیں ہے پاس تمھارے
کیسے رہو گے تنہا اصغرؑ - بالو جانے والی ہے

بیٹا ! پانی دُور بہت ہے
 دکھیا ماں مجبور بہت ہے
 چھوڑ کے تم کو پیاسا صغیرؑ - بانو جانے والی ہے
 پھٹتا ہے مجبور کا سینہ
 تم بن مشکل ہے اب جینا
 آؤ اصغر آؤ ہمک کر - بانو جانے والی ہے
 آنسو آنسو چاند سی صورت
 دھڑکن دھڑکن شانِ شہادت
 دل میں یاد تمھاری لے کر - بانو جانے والی ہے
 مرگے سرور جھپٹ گئے سرور
 کوئی نہیں ہے وارث سرور
 کرب و بلا سے قیدی بن کر - بانو جانے والی ہے
 تم بن دل سُنسان پڑا ہے
 تم بن گھرویران پڑا ہے
 سینے میں مایوسی لے کر - بانو جانے والی ہے

تیری سکنہ چاہنے والی

چھن گئی جس کے کان کی بالی

اُس دُکھیا کو گود میں لے کر - بالو جانے والی ہے

کیسی چادر کیسا پردہ

ڈھانپا ہے بالوں سے چہرہ

کوفہ و شام کی قیدی ہنسر - بالو جانے والی ہے

قید میں ہوں مجبور بہت ہوں

بے بس ہوں میں کیسے کفن دوں

چھوڑ کے لاش سبط پمپر - بالو جانے والی ہے

سب کی گردن ایک رتن ہے

بھائی کا سر، اور بہن ہے

دیکھ اسیر، اب غم کا منظر - بالو جانے والی ہے

عزاداری

خدا کا حکم اور قرآن کا پیغام دیتی ہے
شریعت کو تحفظ دینا کو استحکام دیتی ہے

عزاداری وظیفہ ہے وسیلہ ہے عبادت ہے
یہاں بھی کام دیتی ہے وہاں بھی کام دیتی ہے

بولو زباں سے بولو

بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو

اکبر اٹھو زمین سے شاہِ زماں سے بولو

برہمچہ کہاں لگی ہے کچھ تو زباں سے بولو

کانٹے ہیں گم زباں میں زخمِ شاں سے بولو

بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو

اصغر کی مسکراہٹ دیتی ہے یہ گواہی

لڑتے ہیں بے سپر ہی اللہ کے سپاہی

یہ حُرمد سے کہدو، اس کی کہاں سے بولو

بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو

جس کی نظر میں سب کچھ اللہ کی رضا ہو
 بیٹے کی موت پر جو سیدہ میں جھک گیا ہو
 دنیا مثال ایسی لائے کہاں سے بولو
 بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو
 جلتی ہوئی زمین پر اک نہر کے کنارے
 بکھرے پڑے تھوہیں زہرا کے چاند تارے
 منظر زمیں کا دیکھے یہ کہکشاں سے بولو
 بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو
 دھارے میں وقت کے جیب بہ جائیگا یہ پانی
 نشہ لبوں کی چہر بھی رہ جائے گی کہانی
 یہ علقمہ سے کہو، آبِ رواں سے بولو
 بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو

محبوبِ کبریا کے پیاروں کا خوں ملا ہے
اس خاک میں بہتر یاروں کا خوں ملا ہے

جھک جائے اس زین پر اب آسمان سے بولو
بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو

نام حسین ہوگا، رنجور کا سہارا
ہر دور میں بنے گا مجبور کا سہارا

مظلومیت کی حامل ہر دانتاں سے بولو
بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو

پرچم حسینیت کا اونچا رہے ہمیت
نارِ علی کا اُس پر سایہ رہے ہمیشہ

محبوبِ کبریا سے رت جہاں سے بولو
بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو

کیسی تڑپ تھی شاملِ شبیر کی صدا میں
لبیک کہہ کے اٹھیں لاشیں بھی کر بلا میں

اصغرؑ ٹہک رہے ہیں شاہِ زماں سے بولو
بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو

لُٹتی ہیں بارگاہیں، لُٹے ہیں سب مہارے
زینبؑ برائے نصرت لوگوں کے چکائے

عباسؑ کو صدا دو کڑیل جواں سے بولو
بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو

سرپرستِ سیر اپنے ہے مصطفیٰ کا سایہ
نارِ علیؑ کا واسن، دستِ خدا کا سایہ

ہم ہیں غلامِ حیدر سارے جہاں سے بولو
بولو زباں سے بولو، بولو زباں سے بولو

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ

آوازِ حق تھی پیاسوں کے لب پر

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ

منزل کٹھن تھی راہِ خدا کی

طاقت مگر تھی صبر و رضا کی

ہر ہر قدم پر کہتے تھے سرورؐ

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ

اُمّت کے آگے بیٹا نہ دیکھا

بھائی نہ دیکھا کنیہ نہ دیکھا

دیکھی نہ شہ نے زینبؓ کی چادر

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ

پیا سوں نے بہتا دریا نہ دیکھا
اصغر نے مڑ کر جھولا نہ دیکھا

دل میں خدا تھا نظروں میں کوثر
اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

نامِ خدا اے احمد ثانی
اَللّٰهُ رکھے تیری جوانی

نکھری ہے رنگتِ خوں میں نہا کر
اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

بدلا ہوا تھا سارا زمانہ
تیرے دم کا دل تھا نشانہ

تنہا تھے مولا لاکھوں کا لشکر
اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

تھرا کے اٹھیں دریا کی موجیں
گہرا کے بھاگیں ہر سمت فوجیں
عبّاس آئے یا آئے حیدر
اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ

بخشش کی ساری راہیں دکھادیں
مرضی رب پر جانیں لٹادیں
کیا کہنا ترا جانِ پیہر
اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ

ایک طرف تھی حشمت و دولت
ایک طرف تھی حرمتِ بیعت
جاہ و حشم کو ماردی ٹھوکر
اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ

چھائی ہوئی تھی گہری ادا سی
 فوجِ حسینی تھی بھوکی پیاسی
 جزِ شکر اُن کے کچھ تھا نہ لب پر
 اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

بے پردہ زینبؑ خیمے سے نکلیں
 لبیک کہہ کر لاشیں بھی اٹھیں
 شہ کی صدائے آخر کو سُن کر
 اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

شہ نے اسیرِ اعجاز دکھایا
 بے جاں لبوں سے قرآن سُنا یا
 انسانیت کی معراج پا کر
 اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

داخلہ در مدینہ

ہے رواں سوئے مدینہ کاروانِ کربلا
 عازمِ سوئے وطن ہیں بیکسانِ کربلا
 آنسوؤں میں ہے چھپی شرحِ بیانِ کربلا
 بے کسی خود کہہ رہی ہے داستانِ کربلا
 کربلا میں لٹ گیا ہے کاروانِ کربلا

اک بہن ہے بھائی کے غم میں طولِ سوگوار
 ایک ماں کڑیلِ جوان کی یاد میں ہے بیقرار
 ایک ماں ننھے سے بچے کے لیے سینہ فگار
 ساتھ بیواؤں کے آنسو اور یتیموں کی پکار
 کربلا میں لٹ گیا ہے کاروانِ کربلا

چاند سے مانتھوں یہ گردِ راہ لہرائی ہوئی
 دھوپ میں جیسے کلی لگتی ہے کھملائی ہوئی
 ہونٹ ہیں سُوکھے ہوئے رنگت سے سنولائی ہوئی
 پھول سے بچوں یہ بھی ہے نیکی جھائی ہوئی
 کربلا میں لٹ گیا ہے کاروانِ کربلا

اک جواں نے ہاتھ میں پکڑی ہے اڑٹوں کی مہار
 آبلوں سے یاؤں زخمی ہیں تو ہیں تلوے و نگار
 ہر قدم پر لڑکھڑا کر گر رہا ہے بار بار
 یہ سماں دیکھا نہیں جاتا مرے پروردگار
 کربلا میں لٹ گیا ہے کاروانِ کربلا

بے بسی ہے اور آلِ فاتحِ بدر و خنین
 چھن گئی ہے انکی پونجی لٹ گیا ہے ان کا چین
 اک طرف بانو کا لہو اک طرف زینب کا بین
 ہر قدم پر کہتی ہیں سر سبٹ کر ملے حسین
 کربلا میں لٹ گیا ہے کاروانِ کربلا

کوئی بی بی کرتی ہے مشکل پیغمبر کی بات
کوئی کرتی ہے سناں اور سینہ اکبر کی بات
روکے کرتی ہے کوئی چھ ماہ کے سپر کی بات
حرمہ کے تیر کی خونِ علی اصغر کی بات
کربلا میں لٹ گیا ہے کاروانِ کربلا

راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں مدینے کے مکین
نقشِ پا پر جھک کر رکھتے جاتے ہیں اپنی جبین
چومتی ہے پاؤں کو بڑھ بڑھ کے شرب کی زین
قبر میں کروٹ بدلتے ہیں رسولِ مرسیں
کربلا میں لٹ گیا ہے کاروانِ کربلا

سبز گنبد کی طرف منہ کر کے زینب نے کہا
اے مرے نانا خدائے لم یزل کا واسطہ
بویئے کیسے وہ منظر آپ سے دیکھا گیا
جبکہ چھینی جا رہی تھی سر سے زینب کی ردا
کربلا میں لٹ گیا ہے کاروانِ کربلا

تھے کہاں جب لُٹ رہا تھا فاطمہ زہرا کا گھر
 تھے کہاں جب کُٹ رہا تھا سید میکس کا سر
 تھے کہاں جب لاشہ سرور پڑا تھا خاک پر
 تھے کہاں جب پھر رہی تھی آلِ احمد در بدر
 کر بلا میں لُٹ گیا ہے کاروانِ کربلا

میں تمہیں نانا دکھاؤں کیسے اپنے دل کے داغ
 اب قیامت تک نہیں میرے لیے غم سے فراغ
 لُٹ گیا اک دو پہر میں فاطمہ زہرا کا باغ
 مجھ گیا کرب و بلا میں آلِ احمد کا چراغ
 کر بلا میں لُٹ گیا ہے کاروانِ کربلا

آوازِ حسین علیہ السلام

کر بلا کیا، زندہ تصویر تک و تارِ حسین
کر بلا کیا، اک فقط ادنیٰ سا اعجازِ حسین
حشر تک انساں سچا کا اور درسِ حریت
حشر تک تاریخ دہرائے گی آوازِ حسین

سوز

زرغے میں کافروں کے کوئی تشنہ کام ہے
 دینِ محمدی کا سراپا پیام ہے
 انسانیت کے چرخ کا ماہ تمام ہے
 میدان میں مردِ مٹھے حرم میں امام ہے
 غل ہے کہ فاطمہ کے گلستاں کا بھول ہے
 فرزندِ پونتراب ہے جانِ رسول ہے

سوز

گھونگریا لے بالوں والے ننھے راہی گھر کو آؤ
 ماں کے دل کو کون سنبھالے ننھے راہی گھر کو آؤ
 سونا سونا جھولا اصفر سونی سونی گود ہے ماں کی
 شام ہوئی او بھولے بھالے ننھے راہی گھر کو آؤ

سوز

برجھی جگر پہ اکبرِ عالی نے کھائی ہے
ماں سر بر نہ بلوۂ اعدا میں آئی ہے
تنہا حسینؑ ہیں نہ بھتیجا نہ بھائی ہے
پیری نے خود جوان کی میت اُٹھائی ہے

دیکھو یہ حوصلے ہیں شہِ مشرقین کے
جُز شکر کچھ زباں سے نہ نکلا حسینؑ کے

سوز

بن کے سقائے سبکینہ جو سدھارے عباسؑ
جھک کے بھائی نے کہا بھائی سے پیارے عباسؑ
رک نہ جانا کہیں دریا کے کنارے عباسؑ
لوٹ جائیں گے غریبوں کے سہارے عباسؑ

صبح سے قہر ہے شیروں کی جدائی بھائی
تم بھی مڑ مڑ کے نہ دیکھو وہ ترائی بھائی

قطعات



ادنیٰ ہوں مگر بات بھلی کرتا ہوں
 تقلیدِ پیغمبر و ولی کرتا ہوں
 جبڑیل بھی لیں میری زباں کے بوسے
 میں مدحِ حسینؑ ابنِ علیؑ کرتا ہوں



دوستو! ندرتِ تدبیر کہاں سے لاؤں
 حُسنِ کردار کی تاثیر کہاں سے لاؤں
 ہر قدم پر تو زمانے نے بنائے ہیں یزیدؑ
 کوئی بتلاؤ! کہ شبیرؑ کہاں سے لاؤں



اَدلّٰہ کے حبیب کا پیارا حسین ہے
 دُنیا کا آخرت کا سہارا حسین ہے
 کیا جانے بات کیا ہے ہمارے حین میں
 ہر شخص کہہ رہا ہے ہمارا حسین ہے



گر مشیت کو کچھ سمجھتا ہے
 پہلے سمجھو کہ کربلا کیا ہے
 کربلا خود بتائے گی تم کو
 حاصل مرضیٰ خدا کیا ہے۔



میری تلاشِ زیست کا حاصل ہے کربلا
 اِس بحرِ بے کنار کا ساحل ہے کربلا
 اُس کا روانِ شوق کی عظمت نہ پوچھیے
 جس کا روانِ شوق کی منزل ہے کربلا



کربلا والوں کے مقصد کو سمجھی بھول گئے
چند آنسو تو بہے، تشنہ لبی بھول گئے
اہلِ ماتم کو فقط سینہ زنی یاد رہی
اور پیغامِ حسین ابنِ علی بھول گئے



قرآن کو نبیؐ سے، ایمان کو علیؑ سے
دل میں کرو اَجالا دونوں کی روشنی سے
اُٹھو کہ آ رہی ہے آوازِ کربلا سے
عزت کی موت بہتر ذلت کی زندگی سے



عرشِ والے انھیں چُن لیتے تو اختر بنتے
دامنِ فاطمہ زہرا میں یہ گوہر بنتے
عنم شبیر میں اب تک جو بہے ہیں آنسو
ایک جا جمع جو ہوتے تو سمندر بنتے

جہاں جہاں کہ شہیدوں کا ذکر ہوتا ہے
 جہاں جہاں کہ شہیدوں کا نام آتا ہے
 وہاں اسیرِ خدا کی رضا برستی ہے
 وہاں حبیبِ خدا کا سلام آتا ہے



غمِ حسینؑ کے ان آنسوؤں کے تاروں سے
 پُلِ صراطِ یہ اک اور پُلِ بنا دیں گے
 قسمِ خدا کی انہیں آنسوؤں کے پھینٹوں سے
 اسیر! آتشِ دوزخ کو بھی بچھا دیں گے



نہ سبیل نہ کوثر کی آرزو کرتے
 نہ آبِ چشمہ زمزم کی جستجو کرتے
 غمِ حسینؑ کے آنسو جو ان کو مل جاتے
 فرشتے لے کے بڑے شوق سے وضو کرتے

ہمت ہے جواں نعرۂ تکبیر کے دم سے
 ملتی ہے اماں چادرِ تطہیر کے دم سے
 ہر دور میں کام آتا رہا اُسوۂ شبیرؐ
 اسلام سلامت ہے تو شبیرؐ کے دم سے



جس نام سے ہمت کو جوانی کا بے احساس
 بچھ جاتی ہے جس نام کی لذت گمری پیاس
 جس نام کی عظمت سے وفا پاتی ہے معراج
 وہ نام تو عباسؑ ہے عباسؑ ہے عباسؑ



زینبؓ کی خطابت کا یہ انداز تو دیکھو
 ماحول میں قرآن کا اثر گھول رہا ہے
 معلوم یہ ہوتا ہے کہ لہجے میں علیؑ کے
 معراج میں جیسے کہ خدا بول رہا ہے

نہیں جاتی ہے ہمد دل کی ویرانی نہیں جاتی
 کسی صورت سے زینب کی پریشانی نہیں جاتی
 پریشاں بال، آنکھوں میں نمی، چہرے پہ ویرانی
 مدینے والوں سے صورت بھی پہچانی نہیں جاتی